بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرن چوہدری نے یہ ناول (محبت فرض ہے تم پہ) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (محبت فرض ہے تم پہ) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

یکا یک اسکے زہن میں جھماکا ہوا۔

بھورے بالوں کی حامل عورت کچھ جانی پہچانی محسوس ہوئی۔

"کہاں دیکھا ہے اسے۔۔۔۔؟"

وہ مسلسل آنکھیں بند کیے کنپٹی مسلتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"کہیں تو دیکھا ہے۔۔۔۔پر کہاں۔؟"

وہ لب بھینچے دماغ کے گھوڑے دوڑا رہی تھی۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے ای میل ٹائپ کی اور بیگ پیک کیے ایر پورٹ کے لیے نکلی۔

اپنی فیک آئی ڈی کارڈز اور پاسپورٹ نکالے اس نے ٹکٹ کنفرم کروائی اور فلائٹ کا ویٹ کرنے لگی۔

موبائل پر وہ مسلسل ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی،اسکے ہیر بین پر لگا پھول اسکی تیسری آنکھ تھا۔

سب نارمل ہونے پر مطمئن ہوئی اور ریلیکس ہو گئی۔

فلائٹ اناؤنس ہوئی اور وہ سب کے ساتھ جہاز کی سمت آئی۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اپنی سرزمین پر اتری اور لاہور ایر پورٹ سے نکلنے کے بعد سرپٹ دوڑ لگا دی۔

اسے جلد از جلد اپنے ٹارگٹ تک پہنچنا تھا۔

"ٹیکسی۔"

راستے سے ٹیکسی پکڑی اور بیچ راستے اتر گئی۔

گہری سانس ہوا کے سپرد کیے وہ محلے میں داخل ہوئی۔

رات گہری ہو رہی تھی، ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا، وقفے وقفے سے کتے کے بھونکنے کی آوازیں گہرے سکوت میں ارتعاش پیدا کرتیں۔

وہ دبے قدموں گھر کے دروازے تک پہنچی۔

گیٹ کے ڈیزائنز پر پیر جماتے وہ اندر داخل ہوئی۔

دل نے ہلچل مچائی ہی تھی۔

وہ کمرے تک آئی دروازہ آہستگی سے کھولا۔

دونوں نفوس گہری نیند میں تھے، اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے کلوروفام سے بھگا رومال ان کے چہروں پر رکھا اور لائٹ آن کیے منہ پہ ماسک چڑھائے اپنا کام کرنے لگی۔

الماری کے لاکر سے مطلوبہ ڈائری مل گئی تھی۔

اس نے چمکتی آنکھوں سے ڈائری دیکھی، لائٹ آف کی اور نکلتے سمے دونوں کے چہرے از بر کیے اور بھیگی آنکھوں سے نکل گئی۔

❤❤❤❤

"تمہارا شوہر کہاں ہے لڑکی، نو ماہ ہونے کو آئے ہیں، کسی نے خیر خبر نہیں لی۔"

مکان مالکن آج پھر واویلا مچانے آگئی تھی۔

"باہر گیا تھا کمانے، پھر پلٹا نہیں۔"

زیب نے آہستگی سے لرزتے لہجے میں کہا۔

"یہ چالاکیاں کسی اور کو دکھانا بی بی۔"

وہ بگڑ کے بولی۔

زیب کی چھٹی حس نے الارم دیا۔

"پچھلے محلے میں میری نند کا رشتہ طے ہوا ہے، اسکے سسرال والوں نے تمہاری حقیقت کھول دی ہے۔" وہ چمک کر بولی۔

زیب کی آنکھیں بھر آئیں۔

"تم جیسی بد کردار لڑکیاں مر جائیں تو اچھا ہے، ماں کو کھا گئی، رشتے داروں کا لحاظ نا رکھا۔"

وہ بلند آواز میں بولی۔

"کتنے اعتماد سے جھوٹ بولتی ہو، ارے کس کا گناہ اٹھائے پھرتی ہو۔"

مکان مالکن اسے کوسنے لگی تھی۔

زیب نے آہستگی سے کرایہ اسکی ہتھیلی پر رکھا اور بیگ میں کپڑے اور کارٹن میں سامان ڈالے وہاں سے نکل آئی۔

نو ماہ قبل وہ ہادیہ کے دیے گھر سے نکل کر محلے سے دور آ گئی تھی۔

آج پھر اسے وہیں جانا پڑا۔

"شاہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

بیگ گھر سے نکالتے وہ بھیگی آنکھوں سے بولی۔

دوبارہ اسی گھر میں چلی آئی جہاں ماں کی آوازیں اسے دن رات کچوکے لگاتیں تھیں۔

زمانے کی نظریں اور باتوں کے نشتر اسے روح تک گھائل کرتے تھے۔

گھر کے اندر داخل ہوتے وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی۔

"ماما ایم سوری۔"

اسے پھر سے گھر میں ہر سو ہادیہ دکھائی دینے لگی۔

وہ بلک بلک کے روئی تھی۔

اسکی طبعیت بگڑنے لگی تھی۔

وہ اپنی مدد آپ کے تحت اٹھی اور خود کو گھسیٹتی باہر چلی آئی۔

روڈ سے رکشہ لیا اور ہاسپٹل پہنچ گئی۔

"ڈاکٹر نفیسہ کو بلادیں پلیز۔"

وہ ویٹنگ روم میں کرسی پر بیٹھی۔

درد سے بے حال وہ خود کو بمشکل سنبھالے ہوئے تیھی۔

"ارے زیب تم۔۔۔۔"

ڈاکٹر نفیسہ بھاگتی ہوئی اسکے پاس پہنچی۔

"میرا بیگ آپ کے پاس امانت ہے ڈاکٹر۔"

زیب درد سے کراہتے ہوئے بولی۔

"ضرور۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کے بیگ تھاما۔

"اسٹریچر لاؤ۔"

وارڈ بوائے کو آواز دی اور جلدی سے سٹریچر پر ڈالا۔

زیب کو ہوا اس بحال رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

محبت کی نشانیاں جنم پا چکیں تھیں۔

اللہ نے اسے ایک بیٹی اور بیٹے سے نوازا تھا۔

دونوں اسکی طرح بے حد گورے اور بھورے بالوں کے حامل تھے۔

"آپ کے ٹوینز۔"

ڈاکٹر نفیسہ مسکرائیں۔

زیب نے بھیگی آنکھوں سے دونوں کو تھاما اور پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

❤❤❤

"میں تمہیں آخری بار بھی نہیں دیکھ پایا رشی۔"

ارمان آبدیدہ ہوا۔

"تمہیں ریکوور بھی نہیں کر پائے۔"

ارمان سوچ رہا تھا۔

آنکھوں کے گوشے مسلسل بھیگے ہوئے تھے۔

"ریکوور۔"

ارمان کے زہن میں امید کے جگنو نے ننھی سے روشنی جگائی۔

"باڈی نہیں ملی۔۔۔۔اسے خراج تحسین پیش نہیں کیا۔"

میجر ارمان سر پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنسا۔

"میں اتنی سے بات نہیں سمجھ پایا۔"

خوشی اسکے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"اللہ تیرا شکر ہے۔"

ارمان نے دل سے شکر ادا کیا۔

اسے بے اختیا اسکی شرارتیں، کھنکتا لہجہ اور مغرورانہ انداز میں ابرو اٹھانا یاد آیا۔

پہلی ملاقات میں رشی کے ہاتھوں کھایا گیا پنچ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"مس یو سو مچ مائی لو۔"

والٹ کے اندر سے تصویر نکالے وہ جی بھر کے دیکھنے لگا۔

"بہت شدت سے منتظر ہوں، چار ماہ ہو گیے تم ایسی گئی کہ لوٹی ہی نہیں۔"

وہ سب جانتے ہوئے بھی شکوہ کر گیا۔

"میں نے تم سے محبت نہیں کی رشو۔۔۔۔خود بخود ہو گئی، جانے کب تم میرے لیے اتنی عزیز ہو گئی کہ میری آنکھوں میں بھی دکھنے لگی ہو۔"

ارمان نے والٹ سینے سے لگایا اور لیٹ گیا۔

"السلام وعلیکم مما۔" عاصم نے کال کی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔ شکر ہے میرے بچے تم کامیاب لوٹے۔"

حائقہ بیگم نے سکھ کا سانس لیا۔

"جی اللہ کا شکر ہے امی۔"

عاصم نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"آپ گئیں تھیں زرینہ چچی کی طرف۔؟"

عاصم نے پوچھا۔

"ہاں گئی تھی، بات کر آئی ہوں منہا کے لیے، زرینہ نے تو اقرار کر دیا ہے پر۔۔۔۔۔"

حائقہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"پر کیا امی۔"

"منہا نہیں مانے گی اب۔"

حائقہ مدھم ہوئی۔

"پھر بات کرتا ہوں امی۔"

عاصم نے کال ڈسکنکٹ کی اور گہرا سانس خارج کیا۔

منہا کی ٹریننگ مکمل ہونے والی تھی، وہ جلد ہی لیفٹیننٹ کی صف میں شامل ہونے والی تھی۔

❤❤❤❤

وہ سٹریٹ لائٹ کے نیچے جا بیٹھی اور ڈائری پڑھنے لگی۔

ڈائیری کے پہلے صفحے پر بڑا سا ''شاہ نواز احمد'' لکھا ہوا تھا۔

اگلے صفحے سے اس نے پڑھنا شروع کیا۔

''میرا نام شاہ نواز احمد ہے، میں آرمی میں کیپٹن ہوں، یہ ان دنوں کی بات ہے جب پاکستان کے کچھ علاقوں کو سیلاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ہم آرمی والے انکی مدد کو جا پہنچے، وہاں میں نے ایک نہایت خوبصورت لیفٹیننٹ کو دیکھا، لیفٹیننٹ زیب النسا اپنے نام کی طرح بے حد خوبصورت، سفید دودھیا رنگت پر اسکے بھورے بال اور بھوری آنکھیں بہت جچتی تھیں۔

وہ جب ہنستی تھی تو گویا ساز بجتے محسوس ہوتے تھے، دل کو وہ پہلی نظر میں بھا گئی، قسمت نے موقع دیا میری اس سے دوبارہ ملاقات ہو گئی، دھیرے دھیرے اسکی محبت میرے دل میں بھرتی گئی، ہماری بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی، وہ مجھے پسند کرتی ہے مجھے یقین تھا، پھر وہ دن آیا جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

دن نے بہت خوبصورتی سے شروعات لی، اسکا جنم دن تھا، میں نے سرپرائز کمرہ ارینج کیا، کیک آرڈر کیا اور جیسے تیسے اسے وہاں لے آیا، میری محبت میں کسی قسم کا کھوٹ نہیں تھا، ہم نے اسکی سالگرہ منائی، جزبات نے انگڑائی لی اور ہم اپنی حدود بھول گیے۔

ہم اپنی اپنی جگہ بہت شرمندہ تھے، بابا مجھے آرمی چھوڑنے کے لیے فورس کرتے تھے، میں نے انہیں منایا اور اپنے ساتھ کوارٹر لے گیا۔

اس دوران زیب کو میری غلطی کی سزا بھگتنی پڑی، چیک اپ کے دوران اسکی پریگننسی شو ہو گئی اور میری وجہ سے اسے آرمی سے نکال دیا گیا، اسکی ماما اسی غم میں چل بسیں، میں نے

ریکویسٹ کی کہ میرا نام مت لیناورنہ میری نوکری چلی جائے گی،اس نے میرا مان رکھا، لیکن میں نا رکھ پایا، میں خود غرض ہو گیا،اسے میری سخت ضرورت تھی، لیکن میں جا نہیں سکا۔

بابا بیمار رہنے لگے تھے،ایک دن طبعیت زیادہ خراب ہو کہ سنبھلی انہوں نے قسم دی اور میرا نکاح اپنی بھانجی عشرت سے کروادیا۔

میرے دل سے زیب نا نکل سکی۔

بابا چل بسے پر مجھ پر ایک زمہ داری ڈال گئے، عشرت بہت اچھی تھی، میرے ناروا رویے کو برداشت کر جاتی تھی، وقت نے مہلت دی تو میں زیب کے بتائے گئے پتے پر پہنچا، وہ گھر چھوڑ کے جا چکی تھی۔وہاں اسکے رشتے دار بستے تھے،زیب کے کردار کو ایسے ایسے اچھالا گیا میری روح تک چھلنی ہو گئی۔

میں نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا پر وہ نہیں ملی۔۔۔۔

وہ زندہ تھا یا نہیں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔۔۔۔پچھتاووں کے کچوکے مجھے جینے نہیں دیتے، میں اپنے گناہ کی سزا بھگت رہا ہوں، زندگی نے سکون کی نعمت چھین لی مجھ سے۔۔۔۔۔

میں آج بھی زیب سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں،ایک بار مل جائے تو قدموں میں بیٹھ کر منالوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے ڈائری کے چند اوراق مزید پلٹے اور ڈائری کی جلد کے ساتھ رکھی اس بھورے بالوں کی حامل عورت جسکا نام زیب النسا تھا اسکی تصاویریں پڑیں تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔۔۔وہ میرا بھائی ہے۔"

ایجنٹ 37 نے سر تھام لیا۔

"بابا یہ کیا کیا آپ نے۔؟"

وہ شدید پریشان ہو چکی تھی۔

"میری بہن مجھ سے اسقدر نالاں ہے۔"

اس نے سرد آہ بھری۔

اس کا انکرپٹڈ فون رنگ کرنے لگا۔

ڈائری بیگ میں ڈالے وہ وہاں سے چلنے لگی۔

"یس سر۔۔۔۔ایجینٹ 37 رپورٹنگ۔"

رات کے تین بج رہے تھے، رشی سڑک پر چلتی جا رہی تھی۔

"اوکے سر۔"

اس نے سر تسلیم خم کیا اور سنسان سڑک پر چلتی گئی۔

"صبح نو بجے تک وہ پاکستان میں ہو گا۔"

رشی کا دماغ ادھیڑ بن میں لگا، پلیننگ کر رہا تھا۔

❤❤❤

"سنبھالو خود کو زیب۔۔۔۔ تمہیں ان کا سہارا بننا ہے۔"

ڈاکٹر نفیسہ نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

"میں اکیلی کیسے کر پاؤں گی۔۔۔۔"

وہ سراسیمہ سی بولی۔

"تمہیں کرنا ہو گا زیب۔۔۔۔ تم ایک باہمت لڑکی ہو۔"

اس نے پیار سے اسکا گال تھپتھپایا۔

"مجھے نساوالے نام بہت پسند ہیں زیب۔۔۔۔۔"

شاہنواز کی بازگشت سنائی دی۔

"امت النسااور اریش۔۔۔۔۔"

وہ دونوں کو دیکھتی بڑبڑائی۔

پانچ دن وہ ہاسپٹل میں رہی اور چھٹے دن گھر آ گئی۔

اس نے خود کو گھر تک محدود کر لیا۔

گھر میں ہادیہ کے الفاظ کی بازگشت اسے اب بھی سنائی دیتی ہے، لوگوں کی باتیں طعنے سب سماعت میں گونجتے تھے، پر وہ سنبھلنے لگی تھی۔

بھورے بالوں کی حامل امت النسا بلکل اسکی کاپی تھی اور اریش کے نین نقوش شاہنواز سے ملتے تھے۔

"آپکے دیے گیے یہ تحفے میں سینے سے لگا کر رکھوں گی شاہ۔"

وہ انہیں سینے سے لگائے رو دی۔

وقت اور قسمت نے مل کر کیا داؤ کھیلا کہ مسکراہٹ چھین کے لے گئے۔

وہ سارا دن انہی کی دیکھ بھال میں لگی رہتی۔

ہادیہ اور اسکے باپ کی جائیداد جو اسکے نام تھی، زیب نے بیچی اور اتنا پیسہ مل گیا تھا، وہ زندگی سکون سے جی سکتی تھی۔

اس نے ایک علیحدہ چھوٹا سا گھر لے لیا، جو بند کر دیا۔

"مجھے اس گھر کو اسے دینا ہے جو اسکے قابل ہوا۔"

زیب دونوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

بچے بڑے ہونے لگے تھے، زیب کے شب و روز انکے ساتھ گزرنے لگے، دل کے نہاں خانوں میں دبی شاہ کی محبت دب کے رہ گئی تھی۔

چار سال بعد۔

"آج میرے ٹائگرز سکول جائیں گے۔"

زیب انہیں ناشتہ کروا رہی تھی۔

گاڈیئنز میں اسنے اپنا نام لکھوا دیا۔

"مما یہ کیٹ میرا کھانا کھا گئی۔"

اریش گلا پھاڑ پھاڑ کے رونے لگا۔

امت النسا نے اپنا ناشتہ مکمل کیا اور اٹھ گئی۔

"بری بات ہے اریش۔۔۔۔ بہنا کو ایسے نہیں بولتے۔"

زیب نے اریش کو ڈپٹا۔

"اور امت النسا۔۔۔۔ بھائی کا ناشتہ کیوں کیا۔"

زیب نے پیشانی پر بل ڈالے۔

امت النسا سنجیدگی سے اسے دیکھتی کچن سے نکل گئی۔

زیب نے اریش کو دوسرا ٹوسٹ بنا دیا۔

دونوں کو ریڈی کیا اور سکول چھوڑ آئی۔

زندگی کافی حد تک نارمل لگنے لگی تھی، پر زندگی میں جو طوفان برپا ہو جاتے ہیں ان کے آثار ختم نہیں ہوتے۔

زیب نے کچھ سوچ کے شاہنواز کا نمبر ڈائل کیا۔

اسے بچوں کے والد کا نام لکھوانا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔"

دوسری جانب سے نسوانی آواز نے اسکے حواس سلب کر لیے۔

"ہیلو کون۔۔۔۔۔۔"

جھنجھلائی ہوئی سی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔

"آپ کون۔۔۔۔؟"

زیب کی لرزتی آواز بمشکل نکلی۔

"مسز شاہنواز۔۔۔۔آپ کون ہیں۔؟"

دوسری طرف خاتون نے کہا تو زیب کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔

"شاہ آپ نے۔۔۔۔۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"آپ نے شادی کر لی۔۔۔۔۔میرا ایک دفعہ بھی نا سوچا۔۔۔اپنا نام ہی دے دیتے آپ۔"

زیب کا دکھ حد سے سوا تھا۔

"میری زندگی برباد کر دی۔۔۔۔۔"

وہ غم کی تصویر بن گئی۔

"میری مما چھن گئیں مجھ سے۔۔۔۔"

وہ شکوہ کناں تھیں۔

"مجھے آرمی سے نکال دیا۔"

دل دکھ کا گہوارہ بن گیا۔

"میں بد کردار، بد چلن بن گئی۔"

آنسو آنکھوں سے لڑھکنے لگے تھے۔

"محبت کے سارے خسارے میرے حصے کیوں آ گئے۔"

وہ سراپا سوال تھی۔

"مجھے تنہا کر کے اپنا گھر بسا لیا، اپنی زندگی جینے لگے۔"

دکھ کسی طور پر کم نہیں ہو رہا تھا۔

"زیب النسا تم نکل گئی ہو اسکے دل سے اسکے دماغ سے، اسکی زندگی سے بھی۔"

دل ڈوب گیا تھا۔

''محبت کھا گئی مجھ کو۔۔۔۔''

وہ بہتی آنکھوں سے بڑبڑائی۔

''سنو جاناں!

محبت فرض ہے تم پہ۔۔۔

وفا کا قرض ہے تم پہ۔۔۔''

زیب بند آنکھوں سے بہتے آنسوؤں سے بڑبڑائی۔

''میں وفا کہ اس قرض کو کبھی معاف نہیں کروں گی شاہ، آپ نے میرا وجود بے مقصد بنا ڈالا۔''

وہ منتقر ہونے لگی تھی۔

''ایک بار بھی نا سوچا، میرا کیا ہو گا، جس نے سب کچھ لٹا ڈالا محبت میں۔''

وہ سر تھامے دیوار سے ٹیک لگا گئی۔

''آپ نے منہ کے بل گرا دیا، کیا میں کبھی اٹھ پاؤں گی۔''

زیب ہچکیاں لینے لگی۔

''مجھے معاف کر دیں اللہ۔''

وہ سر سجدے میں گرائے بلک بلک کر رونے لگی۔

"ایک گناہ نے میری زندگی الٹ کے رکھ دی۔"

وہ مسلسل رو رہی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ اپنے گناہوں کی توبہ میں مگن رہی۔

❤❤❤

عاصم نے کچھ سوچ کے منہا کا نمبر ڈائل کیا۔

"کیسی ہو۔"

عاصم کا لہجہ نرمی سے بھرپور تھا۔

"ٹھیک ہوں۔"

منہا نے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا میں سمجھوں کہ مجھے معافی مل گئی ہے۔؟"

عاصم نے ایک امید لگائی۔

"میں نے امی کا مان رکھا ہے بس، ورنہ آپکی غلطی اور رویہ ناقابل معافی تھا۔"

منہا نارمل لہجے میں بولی۔

"تھینکس۔"

عاصم مسکرایا۔

دل میں طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔

تھوڑی بہت بات کے بعد منہا نے فون بند کر دیا۔

"اللہ تیرا شکر ہے، وہ مان گئی۔"

عاصم نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

❤️❤️❤️❤️

"السلام و علیکم پھوپھو۔"

اشعر اندر چلا آیا۔

"وعلیکم سلام جیتے رہو بیٹا۔"

وہ اسکے سر پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"میں نے آپ سے کچھ کہا تھا پھوپھو۔"

اشعر نے یاد دلایا۔

"منہا نے عاصم کے لیے ہاں کر دی ہے، ابھی عاصم کا فون آیا تھا۔"

زرینہ بیگم خوشی سے بولیں۔

اشعر نے ضبط کیا۔

"مجھے اپنی بیٹی کی خوشی عزیز ہے اشعر، یہ فیصلہ اسکے بابا کا تھا۔"

زرینہ بیگم اسے سمجھا رہیں تھیں۔

"عاصم آج پھر جیت گیا۔۔۔"

اشعر تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"یہ ہار جیت نہیں ہے بیٹا مقدر کے فیصلے ہیں۔"

زرینہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

"چائے مت بنایئے گا، میں بس جا رہا ہوں۔" اشعر اٹھتے ہوئے بولا۔

"خفا ہو گئے۔"

زرینہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے، کب سے آپ سے مانگتا آ رہا ہوں منہا کو آپ نے پھر اسے ہی چن لیا۔"

اشعر نے صاف گوئی سے کام لیا۔

زرینہ بیگم چپ ہو گئیں۔

"اللہ حافظ۔"۔

وہ گاگلز لگاتا باہر کی طرف بڑھا۔

"دوبارہ کب آؤ گے۔"

زرینہ اسکے پیچھے چلی آئیں۔

"دوبارہ آنے کا جواز ہی نہیں رہا۔"

اشعر کہتا ہوا گاڑی میں جا بیٹھا۔

گاڑی دھول اڑاتی انکی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"ایک کو تو ناراض ہونا ہی تھا۔"

وہ افسردہ ہو گئیں۔

"منہا عاصم سے کتنی محبت کرتی ہے، مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے، جس کی گود میں سر رکھ کے روتی رہی ہے۔"

وہ ہمکلامی کرتیں اندر چلی آئیں۔

"مجھے میری بچی کی خوشی عزیز ہے۔"

وہ تخت میں بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"میری بچی کو سدا خوش رکھنا میرے مالک۔"

دعا گو ہوتیں وہ عمیر کے کپڑے تہہ لگانے لگیں۔

❤❤❤

دن کا اجالا ہر سو پھیلنے لگا تھا، نیند کا خمار چھانے لگا۔

اس نے پانی کی بوتل نکال کے منہ پہ چھینٹے مارے اور چلنے لگی۔

ڈھابے سے ناشتہ لیا اور تھوڑا فاصلہ رکھے بیٹھ گئی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر اسنے کسی کو میسیج کیا اور انتظار کرنے لگی۔

سڑک پر ایک وین آتی دکھائی دی۔

".markhors37"

اینجٹ نے کہا تو اس نے دروازہ کھول دیا۔

وہ وین میں سوار ہو گئی اور وین کو ایر پورٹ جانے کا کہا۔

وہ آٹھ بجے ایر پورٹ پہنچ گئی تھی۔

مضطربانہ انداز میں ٹہلتے وہ اسکا انتظار کرنے لگی۔

تقریبا نو بیس پر وہ ایر پورٹ سے نکلا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"فالو ہِم۔"

ایجینٹ جلدی سے وین میں بیٹھی۔

چہرے پر ماسک چڑھائے وہ ٹیکسی پر نظریں رکھے ہوئے تھی۔

ٹیکسی لاہور بائی پاس کی طرف مڑی۔

بائی پاس پر اکا دکا ہی گاڑیاں تھیں۔

"تیز کر کے ٹیکسی کے آگے لگا دو۔"

ایجینٹ نے حکم دیا۔

وین کی رفتار بڑھی اور ٹیکسی کے آگے آگئی۔

رشی سرعت سے نکلی اور اسے جا دبوچا۔

اسکی گردن پر انجیکٹ کیا اور وین کے ڈرائیور نے اٹھا کے وین میں ڈال دیا۔

"تم اس طرف آئے ہی نہیں تھے۔"

رشی نے اسے پیسے دیے اور وین میں جا بیٹھی۔

"اسلام آباد۔"

مختصر بولتی وہ اسکے بیگ کی تلاشی لینے لگی۔

پاسپورٹ اپنے بیگ میں ڈالا اور اسکی تلاشی لی۔

رشی کا ہاتھ لگا اور اسکا جوتا کھل گیا، جس میں سے موبائل فون گرا۔

رشی نے فون اپنے انکرپٹڈ فون سے کنیکٹ کیا اور پاسورڈ انلاک کیے، موبائل چھاننے لگی۔

پر وہاں ایسا کچھ بھی نہیں ملا جو کار آمد ہو۔

اسکے بیگ سے لیپ ٹاپ نکالا اور ان لاک کیے ایمیلز چیک کرنے لگی۔

"ڈیم اٹ۔۔۔۔"

رشی نے عجلت میں فون نکالا۔

"سر میجر کیٹ وازان ڈینجر۔"

اطلاع دیے، وہ مزید دیکھنے لگی۔

انباکس میں ایک میل کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

ڈرائیو میں کچھ ویڈیوز اور آڈیوز اپلوڈ تھیں۔

ہینڈ فری لگاتے اسنے سارے آڈیوز سنے اور ہیڈ آفس فارورڈ کیے۔

"پلین چینج کرنا ہو گا۔"

کرنل سر کی ہدایت ملی۔

"یس سر۔"

رشی نے مزید معلومات دیں اور سب کچھ بند کر دیا۔

وین تین گھنٹے میں اسلام اباد داخل ہوئی۔

رشی کے بتائے گئے اڈریس پر وین روکی اور اسے گھر کے اندر لے آئے۔

"تھینکس کیپٹن۔"

ایجینٹ 37 مسکرائی۔

"امید ہے یہ بات ہیڈ آفس نہیں پہنچے گی۔"

ایجینٹ نے یقین دہانی چاہی۔

"بھروسہ رکھیے۔"

کیپٹن مسکرایا اور واپس چلا گیا۔

ایجینٹ نے اسے کرسی پر باندھ دیا۔

انجیکشن کی مدت بارہ دس گھنٹے کی تھی۔

وہ احتیاط سے اسے باندھے باہر نکل گئی۔

اسے ہیڈ آفس رپورٹ کرنا تھا۔

"سر میں کچھ دیر قبل پاکستان پہنچی ہوں۔"

اینجٹ 37 نے کہا۔

"یس سر ایم دیئر۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی سڑک پر آئی ایک ٹیکسی لی اور ہیڈ آفس پہنچ گئی۔

"سر مجھے خبر ملی ہے کہ بارہ بجے کے قریب میجر کیٹ کیڈ نیپ ہو نگی۔"

ایجنیٹ 37 نے ای میل فارورڈ کی۔

''میجر کیٹ کو نکلنے کا کہو۔''

کرنل سر نے میجر حارب سے کہا۔

''یس سر۔''

میجر حارب نے میسیج کر دیا۔

''سر وہ دس منٹ میں باہر جائیں گی۔''

میجر حارب نے اطلاع دی۔

''دستہ تیار کرواؤ اور میجر کیٹ کے تعاقب میں رہو۔''

کرنل سر نے آرڈر دیا۔

میجر کیٹ پوری تیاری سے نکلیں اور ایسی جگہ جا بیٹھیں جہاں ارد گرد فورس چھپی ہوئی تھی۔

ایک خوش شکل نوجوان چلتا ہوا اسکے قریب آیا۔

''ہائے۔''

وہ مسکرایا۔

''میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

میجر کیٹ کے کے ایر رنگز میں لگے کیمرے سے کرنل صاحب اسکی شکل واضح دیکھ رہے تھے۔

نوجواب اپنے موبائل میں مصروف ہو گیا۔

''ٹارگٹ نہیں لگتا یہ تو سر۔''

میجر حارب ایر فون میں بولے۔

"لگتا تو نہیں پھر بھی الرٹ رہو سب۔"

کرنل سر کی نظریں ایک ای ڈی پر نظر آتے نوجوان کی طرف تھیں۔

"آپ ایلف ہیں نا۔"

وہ اسکی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں۔۔۔"

میجر کیٹ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"میں ساحر ہوں، ایف بی پہ ملے ہم آپ نے بلایا مجھے۔"

وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔

"میرا نام صنم ہے۔"

میجر کیٹ بے تاثر لہجے میں بولیں۔

"مزاق مت کریں، میں دوسرے شہر سے آیا ہوں آپکے لیے۔"

وہ روہانسا ہونے لگا۔

"دیکھیے آپ جا کہ ڈھونڈیں اسے۔"

میجر کیٹ کو کوفت ہونے لگی تھی۔

"ہیلو۔۔۔ایم ایلف آپ یقیناً ساحر ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اوہ آپ ایلف ہیں، شکر ہے۔"

لڑکے نے گہرا سانس خارج کیا۔

"میں نے آپکو دیکھا تھا اسلیے پہچان لیا۔"

وہ خوش شکل لڑکی مسکرائی تھی۔

میجر کیٹ نے افسوس سے سر ہلایا۔

"ارد گرد دیکھو تو کوئی تو ہو گا۔"

کرنل سر نے کہا۔

میجر کیٹ نے دھیرے دھیرے ادھر ادھر دیکھا اور برگر کی بائٹ لینے لگی۔

"ویٹ۔۔۔"

کرنل سر نے کہا۔

"لیفٹ سائیڈ پر بلیو جینز اور ریڈ ٹی شرٹ میں گاگلز لگائے آدمی پر نظر رکھو۔"

کرنل سر نے کہا۔

سویلین کے روپ میں موجود آرمی فورس کی نظریں اس آدمی پر تھیں۔

وہ خراماں خراماں چلتا میجر کیٹ کے پاس سے گزرنے لگا اور لڑکھڑا کے گرا۔

اس کے سر سے آناً فاناً خون نکل پڑا۔

"میجر بی کیر فل۔"

کرنل سر نے کہا۔

میجر کیٹ اسکی طرف بڑھی، اسکی آنکھیں نیم وا تھیں۔

"ہیلپ پلیز۔"

میجر کیٹ نے کہا تو عام کپڑوں میں ملبوس کیپٹن دوڑے چلے آئے اور ٹیکسی میں ڈالے ہاسپٹل لے جانے لگے۔

تھوڑی دور پہنچے تھے کہ، ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر گولی لگی اور ٹیکسی لڑکھڑا گئی۔

ریڈ شرٹ میں ملبوس آدمی پھرتی سے اٹھا اور میجر کیٹ کے سر پر بندوق تان لی۔

آن کی آن وین وہاں پہنچ آئی۔

"روکو۔"

وہ چلایا۔

کیپٹن نے گاڑی روک دی۔

"نکلو باہر۔"

وہ میجر کیٹ کو گھسیٹتے ہوئے نکلا ہی تھا کہ فورسز نے اسے گھیر لیا۔

وہ گھبرا گیا۔

میجر کیٹ اس پر جھپٹیں اور اسے دبوچ لیا۔

"میجر حارب نے اسے پکڑا اور اسی وین میں ڈال لیا۔

ٹیکسی ڈرائیور کو کیپٹن ہاسپٹل لے گیے۔

"مشن اے سکسیسفل۔"

کرنل سر مسکرائے۔

"مشن بی اینڈ سی از سٹارٹڈ۔"

کرنل سر نے کہا۔

"سر سنائپر نکل گیا۔"

کیپٹن نے افسردگی سے کہا۔

"مشن بی ایران میں دھماکے فیل ہو گیے، ہمارے ایجینٹس کو ایران آرمی کی طرف سے خراج تحسین پیش کیا جائے گا، ملین آف ڈالرز کمپنی کے خلاف یو این او میں مقدمہ دائر کر لیا گیا۔"

کرنل سر میجر ارمان سے مخاطب تھے۔

"سر ان سب کے پیچھے جو ہے وہ اب بھی گرفت سے باہر ہے۔"

میجر ارمان نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ آر ور کنگ آن اٹ، ہی از دا پارٹ آف مشن سی۔"

کرنل سر مسکرائے۔

"سر دشمنوں کو تین اکٹھے جھٹکے لگ گیے، ناؤ دے آر نو دا پاور آف پاکستان آرمی۔"

میجر ارمان فخر سے مسکرائے۔

"اس مشکل ترین مشن میں کچھ پرسنل پرابلمز بھی شامل ہو گئے میجر تب ہی اتنا کریٹیکل ہو گیا۔"

کرنل سر ایک کاغذ سافٹ بورڈ پر پن اپ کرنے لگے۔

"اس سب کے پیچھے رااور موساد ہے،اب انہیں بل سے نکالنے کا وقت ہے۔"

کرنل سر نے کہا۔

"تمہیں ہوش آگیا۔"

اینجٹ 37 کمرے میں داخل ہوئی۔

"میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں کیٹ۔"

وہ غرایا۔

"آئی ایم رشیکا التنسا۔۔۔۔ایجینٹ 37."

رشی اسکے مقابل کرسی رکھ کے بیٹھ گئی۔

"اوہ تو تم بچ گئی۔"

وہ کوفت سے بولا۔

"مجھ پہ گولی تم نے چلوائی تھی؟"

رشی حیران ہوئی۔

"ہاں کیوں کہ تم امت النسا یعنی کہ کیٹ ہو۔"

وہ جھنجھلا کے بولا۔

"آج بارہ بجے میجر کیٹ یعنی کے تمہاری اور میری بہن کو تمہارے دوست نے اغوا کرنا تھا،جو کہ بد قسمتی سے پاکستان آرمی کے قبضے میں ہے۔"۔

رشی کرسی سے ٹیک لگاتی ہوئی بولی اور ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کہ بیٹھ گئی۔

"کیا مطلب۔۔۔تم ہماری بہن کیسے۔۔۔۔؟"

اسے دھچکا لگا۔

"مجھے بھی رات ہی پتہ چلا۔"

رشی مدھم آواز میں بولی۔

"تم میرے بھائی ہو اور میجر کیٹ یعنی کے امت النسا میری بہن۔"

رشی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"تب ہی تمہیں یہاں لے آئی، ورنہ اب تک تم فورسز کے ہتھے چڑھ چکے ہوتے۔"

رشی بول رہی تھی۔

"میں نے ہی تمہارے دوست کو پکڑوایا ہے۔"

رشی نے گہرا سانس خارج کیا۔

"تم غداری کر رہی ہو۔۔۔۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کیونکہ مجھے میرا بھائی چاہیے۔"

رشی آگے کو ہوئی۔

"جانتی ہو جب یہ بات آفیسرز کو پتہ چلے گی تمہیں پھانسی ہو جائے گی۔"

وہ ہنسا تھا۔

''منظور ہے۔''

رشی نے اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے ٹیک لگائی۔

''تم میری بہن کیسے ہو، کیسے تمہاری شکل امت النسا سے ملتی ہے۔؟''

اریش نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''میرے اور تم دونوں کے باباشاہنواز احمد ہیں، میری ماما عشرت ہیں جبکہ تمہاری اور امت النسا کی ماما زیب النسا ہیں۔''

رشی تفصیل سے بولی۔

''بابا ہم سے ملنے کیوں نہیں آئے کبھی۔''

وہ نم آنکھوں سے چیخا۔

''زیب ماما انہیں بتائے بنا کہیں چلی گئیں تھیں، بابا نے بہت ڈھونڈا پر وہ نہیں ملیں۔''

رشی سنجیدہ لگ رہی تھی۔

''میجر کیٹ کا نام امت النسا ہے اور تمہارا۔۔۔؟''

رشی نے پوچھا۔

''اریش۔''

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اریش تم کیوں ایک دہشتگرد بن گیے؟''

رشی کی آنکھیں بہنے لگیں۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب، مجھے ٹریپ کر رہی ہو، میں جانتا ہوں۔"

اریش نے بندھے ہاتھ ہلائے۔

"میں تمہیں ٹریپ نہیں کر رہی۔"

رشی نے یقین دلایا۔

"میرے ہاتھ کھولو پھر۔"

اریش نے ہاتھ ہلائے۔

"پہلے وعدہ کرو تم الٹی سیدھی حرکت نہیں کرو گے۔"

رشی نے ٹیک لگائے کہا۔

"وعدہ۔"

اریش نے جھٹ ہاں کی۔

"میں کیسے مان لوں تم وعدے کا مان رکھو گے۔"

رشی اٹھ کے کرسی کے پیچھے چلی آئی۔

"میں کیسے یقین دلاؤں۔"

اریش دوبدو بولا۔ی

"لو تمہارے یقین اور وعدے پر کھول رہی ہوں۔"

رشی نے اسکے ہاتھ کھول دیے۔

اس نے کھلتے ہی کلائیاں سہلائیں۔

"بھاگنے کی کوشش مت کرنا، پکڑے جاؤ گے۔"

رشی آرام سے کرسی پر آ بیٹھی۔

"تمہیں غداری بہت مہنگی پڑے گی۔"

اریش اٹھ کے گھر کا جائزہ لینے لگا۔

"تم دہشتگرد کیوں بنے۔"

رشی نے دوبارہ پوچھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں بتاؤں گا۔"

وہ استہزایہ ہنسا۔

"پھر ملیں گے اب مجھے جانا ہوگا۔"

وہ موبائل کی بپ بجتے ہی نکل گئی۔

جاتے ہوئے باہر سے تالا لگا گئی۔

❤❤❤

"مما میں بورڈنگ نہیں جاؤں گی۔"

امت النسا بضد ہوئی۔

"ماما کی وش پوری نہیں کرو گی۔"

بھورے بالوں کی حامل زیب النسا اسکی طرف مڑی اور ناراضگی سے گویا ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے امت النسا مجھے مایوس نہیں کرے گی۔"

وہ مان سے بولیں۔

امت النسا سر جھکا گئی۔

دونوس بچے بورڈنگ میں بھیجے دیے۔

وہ اپنے دوسرے گھر میں منتقل ہو گئی۔

زندگی کے شب و روز تنہائی کی نذر ہونے لگے۔

"مجھے آپ سے بس ایک ہی شکوہ رہے گا شاہ، آپ نے وعدہ نہیں نبھایا۔"

وہ کھڑکی میں کھڑی دسمبر کی تنہایوں کی آگ میں سلگھنے لگی۔

کہر میں لپٹی سرد یادیں محبت کے جزبات کو سرد نہیں کر پا رہیں تھیں۔

"میں چاہ کر بھی آپ سے نفرت نا کر سکی۔"

کھڑکی سے سر لگائے وہ دھند میں لپٹے آسمان کو دیکھنے لگی۔

"مجھے پتہ ہے شاہ میرے بچے آپ کو ڈھونڈ لیں گے، یا شاید آپ۔"

امید کی ایک ٹوٹتی ڈور کو تھام لیا۔

❤❤❤

"نام بتاؤ اسکا جو تمہارے پیچھے ہے۔"

کرنل سر میجر ارمان اور میجر حارب اسکے سر پر کھڑے تھے۔

"میرے پیچھے کوئی نہیں ہے۔"

وہ چلایا۔

"اوہ رئیلی۔۔۔۔"

میجر حارب نے ابرو اچکائے۔

"تم بھول رہے ہو شاید، ہم پاکستان مارخور زہیں۔"

میجر ارمان ملک نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ ہنسا۔

"کون آئے گا تمہیں بچانے۔"

کرنل سر کرسی پر اسکے مقابل بیٹھ گئے۔

"میجر ارمان زرا اسکی فیملی کی شکل ہی دکھادو اسکو۔"

کرنل سر سر سری سا بولے۔

شیوی کا رنگ فق ہونے لگا۔

"اسکی بیٹی روزانہ صبح یونی جاتی ہے۔"

میجر حارب ہنسے تھے۔

اسکا دل لرزنے لگا تھا۔

"شاید کل نا جا پائے۔"

میجر ارمان نے لقمہ دیا۔

New Era Magazine

"بے شک ہم دشمنوں کو معاف نہیں کرتے، ہاں بے قصور فیملیز کو چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ ہم ظالم نہیں ہے۔"

کرنل سر سنجیدگی سے بولے تھے۔

"میری فیملی ہے ہی نہیں۔"

وہ سرے سے ہی مقر گیا۔

کرنل صاحب نے قہقہہ لگایا۔

"کیلگری کینیڈا سے روزانہ آٹھ بجے تمہاری بیٹی یونی کے لیے نکلتی ہے، تمہاری بیوی ہاؤس جاب کے لیے۔۔۔۔"

کرنل سر نے کہا تو میجر حارب نے ایل ای ڈی پر پکس شو کیں۔

"میں انہیں جانتا تک نہیں۔"

وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"اسے تھوڑے ہاتھ دکھا دو۔"

کرنل سر کمرے سے نکل گئے۔

❤❤❤

دروازے پر دستک ہوئی تو عمیر کام چھوڑ کے باہر کی جانب بڑھا۔

دروازہ کھولا تو سامنے حائقہ ندا اور ہدا کھڑیں تھیں۔

"السلام وعلیکم تائی امی۔"

عمیر نے سر جھکایا۔

"وعلیکم السلام جیتے رہو۔"

وہ اسکے ساتھ اندر آ گئیں۔

"السلام وعلیکم زرینہ۔"

حائقہ خوشدلی سے بولیں۔

"وعلیکم السلام آئیں بیٹھیں۔"

وہ انہیں ہال میں رکھے صوفوں کی جانب لے آئیں۔

عمیر اپنے کمرے میں گم ہو گیا۔

"مبارک ہو بہت بہت مجھے عاصم نے بتایا منہا نے ہاں کر دی ہے۔"

حائقہ خوشگوار لہجے میں بولیں۔

"جی۔"

زرینہ بیگم نے خوشدلی سے کہا اور کچن کی جانب چل دیں۔

چائے کے ساتھ لوازمات لیے انکے سامنے رکھے۔

"اتنے تکلف کی کیا ضرورت تھی۔"

حائقہ چائے کا کپ لیتے ہوئے بولیں۔

"میں سوچ رہی تھی، اب جب آئے دونوں تو شادی کر دیتے ہیں انکی۔"

حائقہ نے کہا۔

"یہ بات تو منہا ہی بتا سکتی ہے، میری ابھی بات ہوئی نہیں اس سے۔"

زرینہ نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"چلیں ٹھیک ہے۔"

حائقہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"عمیر کیا کرتا ہے۔؟"

وہ عمیر کے کم گورویے اور خوش شکل دیکھ کر کچھ سوچنے لگیں تھیں۔

"بزنس سٹارٹ کرنے کا سوچ رہا ہے۔"

زرینہ بیگم نے بتایا۔

"بہت اچھی بات ہے۔"

وہ مسکرائیں۔

دوپہر ان کے ہاں گزارے وہ شام میں واپس آئیں۔

"اللہ تیرا شکر ہے، سب ٹھیک ہو گیا پھر سے۔"

زرینہ بیگم جائے نماز پر بیٹھے اللہ کا شکر ادا کر رہیں تھیں۔

"کیسا ہے میرا بھائی۔"

وہ اندر آتی مسکرائی۔

New Era Magazine

"تم فوجی لوگ بڑے مطلبی ہوتے ہو۔"

اریش اسکی بات نظر انداز کرتا ہوا بولا۔

"وہ کیسے۔۔۔۔؟"

وہ کھانا پلیٹ میں نکلنے لگی۔

"تم نے مجھے دیکھا پھر تمہیں پتہ چلا میں تمہارا بھائی ہوں، تمہارے دل میں بھائی کی محبت جاگ گئی۔۔۔۔واؤ۔"۔

وہ آخر میں طنز کر گیا۔

رشی نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور کھلکھلا کے ہنس دی۔

"یو نو واٹ اریش۔۔۔۔بے اعتبار لوگوں کے بیچ رہ کہ تم ایسے ہو گئے ہو۔۔۔۔تمہارا قصور نہیں ہے آئی انڈر سٹینڈ۔"

وہ کھانا ٹیبل پہ رکھ کے اس کے مقابل کرسی پر آ بیٹھی۔

"مجھے بے وقوف مت بناؤ۔"

وہ رشی کو گھورتے ہوئے بولا۔

"میں صرف تمہیں بچانا چاہتی ہوں۔"

رشی نے روٹی کا نوالہ توڑ کے سالن کی پلیٹ میں بگھویا اور اسکی طرف دیکھتے ہوئے منہ میں ڈالا۔

"کیوں۔۔۔۔؟آخر کیوں۔"

وہ چیخا۔

"میں بابا کی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اسکے برعکس نرمی سے بولی۔

"جھوٹ۔۔۔۔ایمو شنل بلیک میلنگ۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اسے گھورنے لگا۔

"کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

رشی جھکے سر کے ساتھ بولی۔

"میں تم پہ اعتبار کروں گا اگر میرا ایک کام کرو تو۔"

وہ اسے کھوجتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بولو۔۔۔۔"

رشی نے سنجیدگی سے کہا۔

"شیوی تک میرا پیغام پہنچا دو۔"

وہ بغور اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہاں تک جانا ممکن نہیں۔۔۔ارمان مجھے دیکھ لیں گے۔"

رشی نے روٹی توڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"ارمان تمہارا شوہر۔۔۔۔؟"

وہ سوالیہ ہوا۔

"ہاں۔"

رشی نے کہا۔

"سب کی نظر میں رشی پانی میں ڈوب کے مر گئی ہے لیکن میں بچ گئی تھی۔"

رشی نے کہا۔

"تم یہ کام کرو گی تو ہی تم پہ یقین کرونگا۔"

وہ سیدھا ہو کے کھانا کھانے لگا۔

"کوشش کروں گی۔"

رشی نے ہامی بھری۔

"اسے یہ پیج دے دینا تو وہ تمہیں کوڈ بتا دے گا۔"

اریش سنجیدہ ہوا۔

"دھماکا نا کرنا کوئی، میری وجہ سے کسی جان جائے میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔"

رشی نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

وہ شاہنواز کی طرح تھا۔

"غداری کرنی ہے تو پوری کرو۔"

اریش مزے سے بولا۔

"میں جان نہیں لے سکتی کسی کی۔"

رشی صاف گوئی سے بولی۔

''جب دہشتگردوں کو مارتے ہو۔۔۔۔؟''

وہ تلخ ہوا۔

''وہ اس قابل ہوتے ہیں۔''

رشی بھی تلخ ہوئی۔

''تم غداری نہیں کر سکتی ہو۔''

وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

''نہیں کر سکتی تھی، اگر بابا کو آپ لوگوں کے لیے تڑپتے نا دیکھا ہوتا۔''

رشی گلوگیر لہجے میں بولی۔

اریش نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

''لاؤ دو کیا دینا۔''

رشی خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی۔

اریش نے چپ چاپ وہ سفید کاغذ اسے تھمایا۔

رشی برتن اٹھائے سنک تک لے آئی، برتن دھوئے اور گھر سے نکل گئی۔

اریش نے بند دروازے کو دیکھا۔

آٹھ سال بعد۔

''ماما میرا دل کرتا ہے ٹیررسٹ بن جاؤں۔''

امت النسا نے کہا۔

زیب نے اسے غور سے دیکھا، وہ سب سے ہٹ کر تھی، بے تاثر، کٹھیلی اور ہر وقت سنجیدگی میں گم۔

"کیوں۔۔۔؟"

زیب نے اپنی حیرانگی کو چھپایا، وہ اکثر ایسی ہی باتیں کرتی تھی۔

"مجھے نفرت ہے اس دنیا سے، جو ہر بار ایک ہی سوال پوچھتی ہے، کون ہے تمہارا باپ۔۔۔؟"

وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"مجھے شدید غصہ آتا ہے، دل کرتا ہے بھون کے رکھ دوں سب کو۔"

وہ شدید مشتعل لگ رہی تھی، چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔

"تم نفرت کی اس آگ کو سہی سمت استعمال کرو پھر۔"

زیب نے اسے دیکھا۔

"سہی سمت۔۔۔۔لوگ ہمیں ناجائز کہتے ہیں۔"

اسکا لہجہ بے حد سخت تھا، چہرے پر انتہائی کٹھیلے تاثرات تھے۔

"لوگوں کا کام بولنا ہوتا ہے۔"

زیب کی آواز کسی کھائی سے آ رہی تھی جیسے۔

"ہم باہر نکلتے ہیں تو لوگ انتہائی غلط نظروں سے دیکھتے ہیں۔"

وہ پسٹل اٹھائے بولی۔

زیب نے اسکے ہاتھ سے پسٹل لے لیا۔

"تمہیں پہلے بھی منع کیا تھا میں نے۔"

وہ خفا ہوئی۔

"دیکھو امت النسا۔۔۔میرا آخری سہارا تم دونوں ہو۔"

زیب نرمی سے بولی۔

"تم لوگوں نے غلط راستہ چنا تو میری روح کو کبھی سکون نہیں ملے گا۔"

زیب جزباتی ہونے لگی۔

"تم آرمی جوائن کرو گی، میری آخری خواہش سمجھ لو۔"

زیب نے التجا کی۔

امت النسا بے بس دکھائی دینے لگی۔

"میرے لیے۔۔۔۔"

زیب کے لہجے میں اپنائیت تھی مان تھا۔

امت النسا انکار نا کر سکی۔

"ڈونٹ کرائے آئی ول۔"

وہ انہیں گلے سے لگاتے ہوئے بولی۔

میٹرک کلیر کیا اور آرمی کے لیے اپلائے کیا۔

آرمی سے ریجیکٹ ہونے کے بعد PML کے زریعے اپلائے کیا اور آرمی کی دنیا میں داخل ہوئی۔

اریش بگڑتے بگڑتے بگڑ گیا، امت النسا سے ہوتے چھوٹے چھوٹے جھگڑے طوالت اختیار کرتے شدید نفرت میں بدل گیے۔

"آئی ہیٹ یو۔۔۔۔"

وہ اکثر کہتا۔

دونوں انتہا کے ضدی اور انا پرست تھے۔

اریش کے شب و روز باہر گزرنے لگے۔

❤❤❤❤

"یہ لو۔۔۔۔"

رشی نے وہی کاغذ اسکی طرف بڑھایا۔

"گڈ۔"

وہ کھل کے مسکرایا۔

"اب پوچھو کیا پوچھنا ہے۔"

وہ سیدھا ہوا۔

"دہشتگرد کیسے بنے۔؟"

رشی اسکے مقابل بیٹھ گئی۔

''بہت لمبی کہانی ہے،اسکی وجہ بھی امت النسا ہے۔''

اریش زہر خند لہجے میں بولا۔

''تم امت النسا سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہو،جو اسے مروانے پر تلے ہو۔''

رشی کو حیرت نے آن گھیرا۔

''اس نے ہمیشہ مما کو میری شکایت لگائی، مما مجھ سے ناراض ہو جاتیں تھیں، مجھ سے بات نہیں کرتیں تھیں، مجھے ڈانٹتیں تھیں ہر وقت لیکچرز دیتیں تھیں۔۔۔۔ مجھ میں اور مما میں دوریاں اسکی وجہ سے آئیں۔''

اریش پھٹ پڑا تھا۔

''مما مجھ سے خفا خفا رہتیں تھیں، بابا تھے نہیں مما کا پہار بھی چھین لیا اس نے۔''

بولتے بولتے اسکا لہجہ بھیگ گیا۔

''جب بھی مما سے پیسے مانگتا،وہ میری عیاشیاں گنوانے بیٹھ جاتی اور مما مجھے پیسے نہیں دیتی تھیں۔''

وہ بھیگی آنکھوں سے بول رہا تھا۔

رشی لب بھینچے سن رہی تھی۔

''میں باہر کام کرنے لگا،اکیڈمی کے بہانے موبائل ریپیرنگ کی دوکان پر۔۔۔اس آدمی نے مجھے بمب فٹ کرنا سکھائے اور مجھے پیسے ملنے لگے،دھیرے دھیرے میں ان کاموں میں ماہر ہو گیا۔''۔

اس کا لہجہ مدھم ہو گیا۔

"تم نے بہت غلط کیا، پوری فورس جسے ڈھونڈھ رہی ہے، وہ میرا بھائی ہے۔"

رشی نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"میں نے تم پر اعتبار کیا ہے رشی، ورنہ آج تک کوئی اریش کے دل تک نہیں پہنچ پایا۔"

اریش کی بھیگی آنکھوں میں مان تھا۔

رشی کے دل کو کچھ ہوا۔

"نہیں ٹوٹے گا تمہارا اعتبار۔"

رشی نے مسکرا کر کہا۔

"کاش امت النسا بھی تمہارے جیسی بہن ہوتی۔"

اریش دکھ سے بولا۔

"مجھے بھائی مل گیا اور تمہیں بہن۔۔۔۔"

رشی مسکرائی۔

"تم نے کبھی بابا کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی۔"

رشی نے اسکے چہرے کی طرف دیکھا۔

"مما نے کبھی کچھ بتایا ہی نہیں۔"

وہ نارمل ہو گیا تھا۔

"تم اس سب سے نکل آؤ۔۔۔۔۔"

رشی نم آنکھوں سے بولی۔

"بابا کے پاس چلے جاؤ، نارمل زندگی جیو، شادی کر لو۔"۔

رشی سنجیدگی سے بولی۔

"ایسا ممکن ہے کیا۔۔۔؟"

وہ سوالیہ ہوا۔

"میں تمہاری شناخت بدلوا دوں گی۔"

رشی نے حل بتایا۔

"تمہارے فنگر پرنٹس پر پیپر لگ جائے گا۔"۔

دوسرا حل بتایا۔

"رشی تمہیں پھانسی ہو جائے گی غداری کے جرم میں۔" اریش نے کہا۔

"تم میری قربانی کو ضائع مت جانے دینا نا۔"

رشی مان سے بولی۔

"کیوں کر رہی ہو یہ سب۔"۔

وہ پھر سے اپنا سوال دہرانے لگا۔

رشی نے گھور کے دیکھا۔

"نا کرو یقین۔۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ۔"

رشی نے پانی کا گلاس اس کے منہ پر پھینکا۔

"تمہاری حرکتیں بھی کیٹ جیسی ہیں۔"

وہ منہ صاف کرتے ہوئے بولا۔

❤❤❤❤

"آپ کا کام ہو جائے گا، پھر کیا کریں گے۔"

جھیل کنارے کھڑی وہ بغور اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"پھر وہی جو سب کے ساتھ ہوتا ہے۔"

وہ اسکے ہیر بین میں لگے پھول کو دیکھ رہے تھے۔

"ایسا مت کریں۔"

وہ جانے کیوں بول گئی۔

"تم سب جانتے ہوئے بھی۔"

مقابل نے افسوس سے سر ہلایا۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔۔"

وہ امید کے بجھتے دیے پر افسردہ ہوئی۔

"نہیں۔"

مقابل صاف گوئی سے بولا۔

"وہ آپکی ہر طرح سے مدد کرے گا، اگر اسے چھوڑ دیں تو۔"

وہ التجائیہ ہوئی۔

"تم بھول رہی ہو۔۔۔ایسا نہیں ہوتا۔"

مقابل کو غصہ آنے لگا تھا۔

"ہی از سمارٹ اینڈ انٹیلیجینٹ۔"

وہ مزید بولی۔

"سزائیں معاف بھی تو ہو سکتیں ہیں نا۔"۔

وہ بحث پر اتر آئی۔

"سزائیں خطاؤں کی معاف ہوتیں ہیں، قتلوں کی نہیں۔"

مقابل تلخ ہوا تھا۔

"تمہیں ایموشنل کر رہا ہے وہ۔"

مقابل تیز لہجے میں بولا۔

"مجھے ترس آنے لگا ہے اس پہ۔"

وہ اعتراف کر گئی۔

"تمہارے لیے کچھ بھی اہم نہیں ہونا چاہیے، اپنے کام پر دھیان رکھو۔"

وہ تیز لہجے میں بولتا نکل گیا۔

اس نے افسردگی سے جھیل کے بہتے گدلے پانی کو دیکھا۔

"قسمت بھی کبھی کبھی مشکل جگہوں پر لا پٹختی ہے۔"

وہ افسردہ لگ رہی تھی۔

"مس یو سو مچ ارمان۔"

وہ رات کے سناٹے میں ارمان سے محو گفتگو تھی۔

"چار ماہ دس دن ہو گیے آپ سے بچھڑے۔"

وہ غمگیں ہونے لگی تھی۔

"بہت ٹف جاب ہے پر یقین مانیں اب دل نہیں بھرتا، روز ایک نئی ہمت ایک نیا جزبہ استقبال کرتا ہے۔"

وہ اسکی تصویر سے باتیں کر رہی تھی۔

"آپ کو اس دن کرنل سر کے ساتھ دیکھا، دل کو سکون مل گیا۔"

وہ مسکرائی تھی۔

"آپکی باتیں اور ڈانٹ بہت مس کرتی ہوں۔"

لہجہ گلوگیر ہونے لگا، آنسوؤں کا پھندہ آواز رندھنے لگا تھا۔

"تو تمہارا شوہر تمہاری کمزوری ہے۔"

اریش دبے پیر اسکے ساتھ آ بیٹھا۔

رشی چونکی تھی۔

"بہت محبت کرتی ہو اس سے۔"

وہ ارمان کی تصویر لیتے ہوئے بولا۔

"مل لو اس سے ایک بار۔"

اریش نے مشورہ دیا۔

رشی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"رومت پلیز، میں اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

اریش نے نرمی سے کہا اور اسکے آنسو صاف کیے۔

"بہت اچھے ہیں ارمان۔"

رشی مسکرائی۔

چاند کی روشنی میں پلکوں پر ٹھرے آنسو چمک رہے تھے۔

"رات بہت ہو گئی ہے، سو جاؤ۔"

اریش نے کہا تو دونوں اپنے اپنے کمرے کی جانب بڑھے۔

سر تکیے پر رکھتے اسے بے اختیار ارمان یاد آیا جو لیٹے ہوئے بھی اسے تکتا رہتا تھا۔

"مجھے کیا خبر تھی، مجھے آپ سے اتنی محبت ہو جائے گی۔"

وہ سسکی۔

"آج کیوں اسقدر یاد آ رہے ہیں۔"

وہ بازو آنکھوں پر رکھتی خفا خفا سی سسکنے لگی۔

محبت کی بے قراریاں سسکنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

بازو آنکھوں پر رکھے وہ کتنی ہی دیر روتی رہی کب نیند نے آگھیرا اور وہ بے قراری کے آکٹوپس کی گرفت سے نکل کر پر سکون ہو گئی۔

❤❤❤

⭕⭕⭕

(جاری ہے)

Next Episode will be posted soon on new era magazine

نوٹ

محبت فرض ہے تم پہ کیا پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine